OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 7, Issue 4 (October-December 2024)

مکی دور میں اصلاحِ عقائد کا نبوی ﷺ منہج: عصرِ حاضر کے فکری چیلنجز کے لیے رہنمائی

The Prophet's Method of Reforming Beliefs in the Meccan Period: Guidance for Contemporary Intellectual Challenges

Bilqees Faiz
PhD Scholar, Islamia University Bahawalpur, Pakistan
hlashari023@gmail.com
Dr. Muhammad Zahid Zaheer Iqbal
Lecturer, Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur
zahid.zaheer@iub.edu.pk
DOI: https://doi.org/10.53762/alqamar.07.04.u10

Abstract

The rectification of the belief system has always been the primary mission of the prophets in human society. The Seerah of the Prophet Muhammad ﷺ, particularly the Makkan period, provides a comprehensive and holistic model in this regard, where he ﷺ established a durable intellectual foundation by presenting the doctrine of Tawheed in its pristine form to a diverse and multi-religious society. The impetus for this research is the need for a deep analysis of this Prophetic methodology, which was not only a guide for resolving the complex issues of the past but whose relevance and efficacy remain undiminished in the contemporary era. In the current global context, where intellectual assaults such as atheism, scientific materialism, and liberalism have posed extraordinary challenges to the faith identity of the new generation, and where the pervasive

CC BY

influence of artificial intelligence and social media has fueled intellectual confusion, the contemporary application of Prophetic strategies for strengthening Tawheed has become indispensable. The significance of this research lies in the fact that it is not merely a historical review but offers a practical solution to the present crisis.In this chain, examples of the Prophet's ﷺ strategies include the principle of gradualism, gentle discourse and rational dialogue with opponents, teaching through practical conduct, and the timely use of arguments resonant with basic human nature. This research is based on a comparative analysis of authoritative sources like Sirat Ibn Hisham and Dr. Ali Muhammad al-Sallabi's Al-Sirah Al-Nabawiyyah to consolidate these strategies into a coherent framework.As outcomes, this study will not only elucidate the Prophetic approaches adopted for belief reform in the Makkah period but will also provide practical guidelines for implementing the derived principles through modern media and educational curricula, aiming to keep the younger generation connected to their faith heritage

Keywords: Makkan Period, Tawheed, Prophetic Methodology, Seerah Ibn Hisham, Ali Muhammad al-Sallabi, Aqeedah Reformation, Atheism, Digital Dawah, Comparative Study of Seerah

انسانی سماج میں اعتقادی نظام کی درستی ہمیشہ سے انبیاء کرام کے اولین مشن کی حیثیت رکھتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ، خصوصاً مکی دور، اس سلسلے میں ایک جامع اور ہمہ گیر نمونہ فراہم کرتی ہے، جہاں آپ ﷺ نے ایک متنوع اور کثیر المذاہب معاشرے کے اندر عقیدہ توحید کو اس کی اصلیت میں پیش کرتے ہوئے ایک پائیدار فکری بنیاد قائم فرمائی۔ اس تحقیق کا محرک اس نبوی منہج کے گہرے تجزیے کی ضرورت ہے، جو نہ صرف ماضی کے پیچیدہ مسائل کے حل کے لیے رہنما تھا بلکہ آج کے دور میں بھی اس کی معنویت اور افادیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

موجودہ عالمی تناظر میں، جہاں الحاد، سائنسی مادیت پرستی اور لبرل ازم جیسی فکری یلغار نے نئی نسل کے ایمانی تشخص کو غیر معمولی چیلنجز سے دوچار کر دیا ہے، اور جہاں مصنوعی ذہانت اور سوشل میڈیا کے پراسرار اثرات نے فکری انتشار کو ہوا دی ہے، وہاں

عقیدہ توحید کی مضبوطی کے لیے نبوی حکمت عملیوں کی عصری تطبیق ناگزیر ہو چکی ہے۔ اس تحقیق کی اہمیت اسی امر میں مضمر ہے کہ یہ محض ایک تاریخی جائزہ نہیں، بلکہ موجودہ بحران کا ایک عملی حل پیش کرتی ہے۔

اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی حکمت عملیوں میں تدریجیت کا اصول، مخالفین کے ساتھ نرم گفتار اور عقلی مکالمہ، عملی کردار کے ذریعے تعلیم، اور بنیادی انسانی فطرت سے ہم آہنگ دلائل کا برمحل استعمال جیسی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ یہ تحقیق سیرت ابن ہشام اور ڈاکٹر علی محمد الصلابی کی سیرت النبویہ جیسی معتبر کتب کے تقابلی تجزیے پر مبنی ہے، تاکہ ان حکمت عملیوں کو یکجا اور منظم شکل دی جا سکے۔

نتائج کے طور پر، یہ مطالعہ نہ صرف مکی دور کی اصلاح عقائد کے لیے اختیار کردہ نبوی اسالیب کو واضح کرے گا، بلکہ اس سے حاصل ہونے والے اصولوں کو جدید ذرائع ابلاغ اور تعلیمی نصاب میں بروئے کار لانے کے لیے ایک عملی رہنما خطوط بھی فراہم کرے گا، جس کا مقصد نوجوان نسل کو ان کے ایمانی سرمائے سے جوڑے رکھنا ہے۔

بنیادي سوال: سیرت ابن ہشام اور الصلابی کی 'السیرۃ النبویۃ' کے تقابلی مطالعے کی روشنی میں، مکی دور میں اصلاحِ عقائد کے لیے نبی کریم ﷺ کے اختیار کردہ مخصوص اسالیب (تدریج، مخاطبہ، عملی اسوہ) کیا تھے، اور ان اسالیب سے دورِ حاضر کے سکالرز، اساتذہ اور والدین کے لیے نوجوان نسل کی فکری رہنمائی کا کون سا عملی نمونہ (Practical Model) اخذ کیا جا سکتا ہے؟

تحقیقی منہج (Methodology)

یہ تحقیق ایک تاریخی، تجزیاتی اور تقابلی اسلوب پر استوار ہے۔ اس میں سیرت ابن ہشام کے کلاسیکی متن کو بنیادی ماخذ کے طور پر اور سیرۃ النبی ﷺ کو ایک معاصر اور تحلیلی تفسیر کے طور پر مرکزی حیثیت حاصل ہو گی۔ طریق کار کا بنیادی حربہ موضوعاتی تحلیل ہے، جس کے تحت دونوں کتب سے عقیدہ توحید سے متعلقہ واقعات، خطبات اور دعوتی مواقف کو چن کر ان کا تقابلی جائزہ لیا جائے گا تاکہ ایک مربوط نبوی منہج کی عکاسی ہو سکے۔ اس تجزیے سے حاصل ہونے والے نتائج کو جدید فکری چیلنجز، خاص طور پر ڈیجیٹل میڈیا کے اثرات، کے تناظر میں پرکھا جائے گا اور ان کی عملی تطبیق کے راستے تجویز کیے جائیں گے۔

عقائد کے لغوی اور اصطلاحی معنٰی:

اعتقاد اصل میں لفظ عربی کے ہے اور "عقد" اس سے ماخوذ ہے، جس کے بنیادی معنی ہیں "رسی یا دھاگے میں گرہ باندھنا یا کسی چیز کو مضبوطی سے قائم کرنا یا تھامنا۔"[1]

القاموس میں لفظ عَقْد کے معنی "گرہ باندھنا" کے آئے ہیں، اور اسی سے لفظ عقیدہ ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے "کسی بات، خیال یا مذہب پر مضبوط یقین رکھنا"۔ چنانچہ اعتقاد اور نظریے کو عقیدہ کہا جاتا ہے، جو دل میں پختہ یقین کے طور پر قائم ہو جائے۔[2]

عقیدہ یا اعتقاد وہ علمی اور قلبی حیثیت ہے جس میں انسان کسی بات یا حقیقت کو دل سے مضبوطی کے ساتھ قبول کرتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے۔ عربی میں اس کی اصطلاحی بنیاد الفاظ (عقدت العین علی الشيء) اور (انعقد قلبہ علی کذا) سے لی گئی ہے، جن کے معنی ہیں "نظر یا دل کو کسی چیز پر جما دینا اور اسے مضبوطی سے قائم کرنا"۔ معتقد اس عقیدے کو کہا جاتا ہے جسے دل قبول کر کے پختہ طور پر تھام لیتا ہے، خواہ وہ صحیح ہو یا باطل۔ اصطلاح اعتقاد میں اعتماد، یقین اور قلبی استحکام بھی شامل ہے، اور یہ انسان کے نظریات اور عمل دونوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔[3]

منتخب کتب سیرت اور ان کے مصنفین کا تعارف:

1. **ابن ہشام کا تعارف:** آپ کا مکمل نام و نسب ابو محمد عبد المالک بن ہشام بن ایوب الحمیری المعافری ہے۔ 213 ہجری یا 218 ہجری (828 یا 833 عیسوی)۔ بصریٰ (عراق) میں پیدا ہوئے، بعد میں مصر منتقل ہو گئے۔

ابن ہشام ایک ممتاز مسلمان مورخ، نسابہ (ماہر نسبیات) اور عالم تھے۔ ان کی شہرت کا بنیادی سبب ان کی وہ عظیم خدمت ہے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے میدان میں انجام دی۔ انہوں نے ابن اسحاق (وفات: 150 ہجری) کی مشہور زمانہ کتاب "سیرت ابن اسحاق" کو ترتیب و تدوین اور اختصار کیا۔ ابن اسحاق کی اصل کتاب اب مفقود ہے، اور ابن ہشام کی یہ تدوین قرآن شدہ شکل ہی وہ بنیادی ذریعہ ہے جس کے ذریعے سیرت نبوی کی ابتدائی ترین معلومات ہم تک پہنچی ہیں۔ ابن ہشام نے اپنی تدوین میں شعراء کے اشعار، بعض طویل واقعات اور وہ روایات جن کی صحت پر انہیں شبہ تھا، حذف کر دیں۔ ان کی کتاب "السیرۃ النبویۃ لابن ہشام" سیرت نبوی کے میدان میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے اور بعد میں آنے والے تقریباً تمام سیرت نگاروں کے لیے بنیادی ماخذ رہی ہے۔[4,5]

2. **ڈاکٹر محمد علی الصلابی کا تعارف:** ڈاکٹر محمد علی محمد الصلابی لیبیا میں 1963ء / 1383ھ پیدا ہوئے۔ انہوں نے اسلامی تاریخ میں ماسٹرز اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر علی محمد الصلّابی جدید دور کے ممتاز لیبی مؤرخ اور اسلامی علوم کے محقق ہیں۔ ان کا تعلق لیبیا کے معروف شہر بنغازی سے ہے، جو ملک کے اہم صوبائی دارالحکومتوں میں شمار ہوتا ہے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد انہوں نے اعلیٰ دینی و علمی فضاؤں کی جستجو میں حجازِ مقدس کا رخ کیا اور جامعۃ الإسلامیۃ بالمدینۃ المنوّرۃ سے استفادہ کیا۔ بعد ازاں انہوں نے سوڈان کی معروف درسگاہ جامعۃ أم درمان الإسلامیۃ سے اسلامی تاریخ کے میدان میں تخصص (پی ایچ ڈی) کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر الصلّابی معاصر اسلامی فکر و تاریخ کے ان نامور مصنفین میں شامل ہیں جنہوں نے سیاست، اسلامی فتوحات، سیرت نگاری اور تاریخی شخصیات پر علمی و تحقیقی اسلوب میں بے شمار تصانیف پیش کیں۔ ان کی کتب کی تعداد دو درجن سے زائد ہو چکی ہے اور یہ سلسلہ مسلسل جاری ہے۔ عالمی سطح پر ان کی شہرت کا اہم سبب ان کی تحقیقی روایت، دلائل کی پختگی اور آسان و عام فہم طرزِ تحریر ہے۔ اسی خصوصیت کی بنا پر دارالسلام نے ان کی معروف کتاب السیرۃ النبویۃ کے انگریزی ایڈیشن کے بعد اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کیا، جسے یورپ اور امریکہ میں غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس اہم سیرتِ نبویؐ کے اردو ترجمہ کی ذمہ داری جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے قابلِ احترام اساتذہ نے کیا۔ اس کتاب کا منہج فقہ السیرہ ہے۔[6,7]

حضرت محمد ﷺ نے ایسے معاشرے میں دعوتِ حق کا آغاز فرمایا جہاں شرک محض ایک عقیدہ نہیں بلکہ تہذیبی روایت کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ قبائل اپنی باطل رسومات کے تحفظ کے لیے خونریزی کو بھی عبادت سمجھتے تھے، اور جاہلی رسوم خاندانی حمیت کے نام پر انسانی حرمت کو پامال کرتی تھیں۔ ایسے بگڑے ہوئے فکری و اعتقادی ماحول میں اللہ ربّ العزت نے اپنے نبی ﷺ کو ایک تدریجی، حکیمانہ اور موثر منہج عطا فرمایا، تاکہ اصلاحِ عقائد صرف وعظ سے نہیں بلکہ ذہن و قلب کی تربیت سے

ممکن ہو۔ قرآنِ مجید کی مکی آیات میں یہ منہج واضح نظر آتا ہے کہ اصلاحِ عقائد کے لیے سب سے پہلے توحید کو مرکزِ دعوت بنایا جائے، پھر دلوں کو وعید و وعد کی تاثیر سے بیدار کیا جائے، اور تدبر کے ذریعے اُن کی عقل کو جگایا جائے۔ اس مقصد کے لیے ابتدائی مکی وحی میں حکم ہوا (قُمْ فَأَنْذِرْ)[8] یعنی پہلے دلوں کو بیدار کرنے والی تنبیہات اور باطل نظریات کے انجام سے آگاہی، تاکہ ذہن تالیفِ قلب کے ساتھ حق کو قبول کرنے پر آمادہ ہو۔ اسی طرح ہدایت کی معرفت پر مبنی دعوت کا اصول سورۂ یٰس میں بیان ہوا: (إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ)[9] یعنی اصلاحِ عقائد اُن دلوں میں اثر کرتی ہے جو غیب میں رحمن کے خوف کے ساتھ حقیقت کو سمجھنا چاہیں۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ[10]

بلا اپنے رب کی راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت سنا کر بھلی طرح اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو.

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ مکی دور میں نبوی منہجِ دعوت نہ صرف دلوں کو متنبہ کرتا تھا بلکہ عقل کو حقیقت کا ادراک بھی کراتا تھا، تاکہ عقیدہ محض سُن لینے کا نتیجہ نہ ہو بلکہ باطنی یقین اور فکری بیداری کا پختہ اظہار بن جائے۔ یہی حکمتِ قرآنی نبوی دعوت کی اساس بنی اور اسی اصول پر اصلاحِ عقائد کا مکی دور کا آغاز ہوا۔

آپ ﷺ نے نہ صرف اپنے قول و فعل سے اس حکیمانہ طریقہ کار کو زندگی بخشی، بلکہ مخاطب کے حالات، نفسیات اور معاشرتی مقام کے اعتبار سے اسے برتنے کا ایسا حسین امتزاج پیش فرمایا جو انسانیت کے لیے ہمیشہ کے لیے نمونہ بن گیا۔

اسی ماحول میں نبیِ اکرم ﷺ نے دعوت کا آغاز کیا۔ آپ ﷺ کا پیغام دراصل عقلی بیداری اور روحانی احیاء کی مشترکہ پکار تھا۔ آپ نے نہ صرف معبود کے تصور کو درست کیا بلکہ انسان کے وجود کو نیا مفہوم دیا۔ مکی سیرت کا ہر واقعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ نبوی دعوت نے سب سے پہلے فکر کو آزاد کیا، پھر ایمان کو جِلا بخشی۔ آپ ﷺ نے انسان کو یہ احساس دلایا کہ خالق تک رسائی کسی واسطے یا شبیہ کی محتاج نہیں، بلکہ وہ عقل، دل اور وحی کے ہم آہنگ سفر کا حاصل ہے۔

نبوی ﷺ منہج اصلاحِ عقائد: سیرت ابنِ ہشام اور محمد علی صلابی کی روشنی میں

مکی دورِ نبوت وہ مرحلہ ہے جہاں انسانی شعور نے پہلی بار الوہیت کی صداقت کو نبی اکرم ﷺ کی زبانِ صدق سے سنا۔ یہی وہ دور ہے جب ظلمتوں میں لپٹے ہوئے دلوں نے روشنی کی کرن دیکھی، اور شرک و جاہلیت کے پتھروں میں سے توحید کی آبشار پھوٹ نکلی۔ نبی ﷺ کی دعوت محض عقائد کی تصحیح نہ تھی، بلکہ ایک روحانی بیداری کا عمل تھا، جس نے انسان کو اس کے خالق سے دوبارہ جوڑ دیا۔ سیرت ابنِ ہشام اور سیرت النبی ﷺ محمد علی صلابی انقلاب کی جمالیاتی روداد ہے، جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ کس طرح نبی ﷺ نے عقل و وحی، فکر و احساس، اور علم و عمل کے توازن سے ایمان کی بنیاد رکھی۔

عصرِ حاضر میں جب مذہب ایک نظریاتی بحث اور عقیدہ ایک رسمی مظہر بن چکا ہے، ایمان کی حرارت اور یقین کی روشنی ماند پڑتی جا رہی ہے۔ دورِ جدید کے فکری انتشار، الحاد، اور مادہ پرستی کے مقابلے میں یہ منہج ہمیں وہی پیغام دیتا ہے جو مکہ کی وادیوں میں

گو نجا تھا: ایمان محض تصدیقِ زبانی نہیں بلکہ ایک وجودی کیفیت ہے۔ نبی ﷺ کا منہج انسان کے اندر کے زنگ آلود یقین کو از سرِ نو جلا دیتا ہے، اسے شعور کے ساتھ ایمان، اور محبت کے ساتھ یقین عطا کرتا ہے۔

فطرت انسانی کے موافق الٰہی منہج کا اطلاق:

نبوی دعوت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اصلاح اور تبدیلی انسان کی فطری استعداد، نفسیاتی رجحانات اور معاشرتی ضرورتوں کے مطابق تدریجاً نافذ کی جائے، تاکہ عمل مستقل، تبدیلی پائیدار اور قبولیت فطری سطح پر خود بخود قائم ہو جائے۔

محمد علی الصلابی کے مطابق دعوتِ نبوی ﷺ بنیادی طور پر اس فطری قانون کی عملی تصویر ہے جسے قرآن نے اجتماعی اصلاح کا الٰہی ضابطہ قرار دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے انسانی طبیعت، تدریجی ارتقاء اور حالات کے تغیر کو مد نظر رکھتے ہوئے دعوت کے ایسے اصول اپنائے جو فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ تھے۔ ان میں فطری رجحانات کے مطابق عمل، زمان و حالات کے تقاضوں کے مطابق تدابیر، موجودہ معاشرتی ڈھانچے اور وسائل کا مثبت استعمال، غیر ضروری تصادم کے بجائے حکمت و تدریج سے تبدیلی، قانونی و سماجی رکاوٹوں کے مقابلے میں حکمتِ عملی، اور تدریجی نتائج کے انتظار میں صبر و یقین شامل ہیں۔ یہی الٰہی منہج انسان اور معاشرے میں پائیدار تبدیلی پیدا کرتا ہے [11]

اصلاح عقائد اور تعقل

مکہ کے ابتدائی دور میں نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا سب سے پہلا موضوع توحید کا احیاء تھا، اور یہی وہ مرکز ہے جہاں سے نبوی منہجِ اصلاحِ عقائد کی ابتدا ہوتی ہے۔ سیرت ابن ہشام کی روایات میں "ذکر بدء الوحی" کے ذیل میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ وحی کا پہلا خطاب کسی حکم شریعت سے نہیں بلکہ معرفتِ رب سے شروع ہوا۔ سورۃ اقرأ میں "خَلَقَ الإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ"[12] کہہ کر انسان کو اس کے خالق سے جوڑ دیا گیا۔ یعنی توحید یہاں محض عقیدہ نہیں بلکہ انسان کا اپنی خودی سے معرفت کا ارتقاء ہے۔

حضرت محمد ﷺ کی دعوتِ دین کے ابتدائی اسلوب میں عقلی اپیل کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ جیسا کہ محمد علی الصلابی اپنی کتاب سیرۃ النبی میں بیان کرتے ہیں، انسان ایک روح، جسم اور عقل کا مجموعہ ہے، اور اسی فطری ساخت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں انسان کو ہدایت دینے کا منہج مقرر فرمایا۔ آپ ﷺ نے اسی قرآن کے منہج کو اپنایا اور لوگوں کو عقلی دلائل کے ذریعے دین کی دعوت دی۔

قرآن میں ارشاد ہے: "قُلِ انظُرُوا مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ"[13]

یعنی نبی ﷺ فرمائیں: دیکھو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں۔ اسی طرح اونٹ کو دیکھو کیسے پیدا کیا،[14] انسان کو کھانے پینے، روزمرہ کی اشیاء، اور قدرتی مظاہر کی طرف توجہ دلا کر عقل کی بیداری کی گئی تاکہ وہ غور و فکر کے ذریعے اللہ کی معرفت تک پہنچے[15]۔ اس ابتدائی مرحلے میں عبادات پر زور دینے کے بجائے عقل اور فطرت کے ذریعے انسان کو ہدایت کی طرف راغب کیا گیا، تاکہ معرفت کا شعور پیدا ہو۔

سیرۃ ابن ہشام میں بیان ہے کہ نبی ﷺ نے صفا پر کھڑے ہو کر پوچھا، اگر میں تمہیں خبر دوں کہ وادی میں لشکر حملے کو تیار ہے، تو کیا تم میری بات کا یقین کروگے؟ سب نے کہا: ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ بولتے ہوئے پایا ہے۔[16] اسی طرح مکی دور میں اُبی بن خلف نے بوسیدہ ہڈی دکھا کر قیامت کا انکار کیا، تو قرآن نے انسان کی پہلی پیدائش کو بطور دلیل پیش کیا۔ یوں نبی کریم ﷺ کے ذریعے واضح کیا گیا کہ جس نے انسان کو پہلی بار پیدا کیا[17]، وہ دوبارہ زندہ کرنا بھی پوری طرح قادر ہے۔ اور اسی طرح قریش مکہ کو فرمایا کیا تم ایسے کو پوجتے ہو جسے اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہو، جو نہ سنتا، نہ دیکھتا، نہ تمہیں فائدہ پہنچا سکتا؟

ابن ہشام کی روایات میں نبی ﷺ کے وہ خطابات بھی محفوظ ہیں جو یہ تمہارے ہاتھوں کے بنائے ہوئے پتھر تمہیں رزق یا نفع کیسے دے سکتے ہیں؟[18] اس میں صرف بتوں کی نفی نہیں بلکہ عقلِ انسانی کی آزادی کا اعلان ہے۔ نبی ﷺ نے عقل کو ایمان کی راہ سے خارج نہیں کیا بلکہ اس کا ساتھی بنایا۔ یہ منہج آج کے فکری زوال کے مقابل بھی وہی طاقت رکھتا ہے کہ ایمان کو جذباتی نہیں بلکہ شعوری تجربہ بنایا جائے۔ یعنی وہاں عقل تھی مگر سمت نہیں، فکر تھی مگر مرکز نہی ں۔ نبی ﷺ نے اسی مرکز کا احیاء کیا۔

لہٰذا سیرت ابن ہشام اور سیرت النبی از صلابی کا مکی دور ہمیں بتاتا ہے کہ نبوی ﷺ منہج اصلاحِ عقائد تین سطحوں پر متحرک ہوا: سب سے پہلے انسان کی فطرت کو جگایا گیا؛ پھر، عقل کو وحی کے نور سے منور کیا گیا؛ اور آخر میں، اخلاق کو عقیدہ کا عملی ثبوت بنایا گیا۔ یہی وہ منہج ہے جو انسان کو تعددِ معبود سے وحدتِ مقصد کی طرف لے جاتا ہے اور یہی اصلاحِ عقائد کا نبوی ﷺ معجزہ ہے۔

اصلاحِ عقائد کا ابتدائی محور:

بعثت کے ابتدائی تین سالوں میں رسولِ کریم ﷺ نے اصلاحِ عقائد کا آغاز انتہائی حکمت اور تدریجی انداز سے کیا۔ سب سے پہلے آپؐ نے اپنی دعوت کو گھر کے محدود دائرے میں رکھا اور سب سے قریبی اور قابلِ اعتماد افراد کو اللہ کی توحید اور شرک سے بچاؤ کی تعلیم دی۔ اس مرحلے میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایمان لایا۔ یہ افراد نہ صرف عقیدے میں پختہ تھے بلکہ دعوت کے مستقبل کے لیے مضبوط بنیاد فراہم کرنے والے بھی تھے۔ اس ابتدائی منہج کا مقصد یہ تھا کہ عقائد کی اصلاح ایک مضبوط اور محفوظ حلقے میں شروع کی جائے تاکہ بعد میں مشکلات یا مخالفت کے دوران ایمان کی بنیاد کمزور نہ ہو۔[19]

اصلاحِ عقائد کے لیے مخفی حکمتِ نبوی ﷺ

شدید مخالفت کے ماحول میں نبی کریم ﷺ نے علانیہ مقابلہ کرنے کے بجائے خفیہ دعوت اختیار کی، تاکہ عقائد کی اصلاح پُر اثر، محفوظ اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہو۔ گھر والوں سے دعوت کے بعد رسولِ کریم ﷺ نے اصلاحِ عقائد کے لیے خفیہ تبلیغ کے مخصوص ذرائع اپنائے۔ سب سے اہم ذریعہ دار الأرقم بن ابی الأرقم تھا، جہاں ایمان والوں کو قرآن کی تعلیم، اخلاقی تربیت اور عقائد کی اصلاح فراہم کی جاتی۔ اس کے علاوہ دعوت کا دائرہ انفرادی ملاقاتوں اور منتخب حلقوں تک محدود رکھا گیا تاکہ ہر شخص کی فہم کے مطابق عقائد منتقل کیے جا سکیں۔ نئے مؤمن افراد، جنہیں پہلے دعوت ملی تھی، دوسرے اہلِ خانہ اور دوستوں تک پیغام رسانی میں مؤثر کردار ادا کرتے، جس سے دعوت کا خفیہ پھیلاؤ ہوا۔ اس کے علاوہ، رسول ﷺ کی شخصی سچائی، اخلاقی

کردار اور عملی مظاہر بھی ایک غیر رسمی مگر انتہائی مؤثر ذریعہ ابلاغ تھے، جس سے لوگ دل سے عقائد کی طرف راغب ہوئے۔ اس منہج نے ابتدائی دور میں اصلاحِ عقائد کو محفوظ، مضبوط اور تدریجی انداز میں پھیلانے کی بنیاد فراہم کی۔

جدید ذرائع ابلاغ کا استعمال:

مکی دورِ نبوی ﷺ میں دعوت و تبلیغ کا منہج حالات کے تغیرات کے مطابق مختلف مراحل سے گزرتا رہا۔ ابتدا میں اعلانیہ ابلاغ، خفیہ دعوت، پھر اعلانیہ تبلغ، اس کے بعد شعبِ ابی طالب میں محاصرہ کی میں نبوی حکمت اور آخر میں علاقائی و بین الاقوامی سطح تک رسائی کا مرحلہ سامنے آتا ہے۔ ان تبدیلیوں کے باوجود ایک عنصر مستقل اور غیر متغیر طور پر برقرار رہتا ہے، یعنی استقامت۔ اسی کے ساتھ ہر مرحلے میں اس زمانے کے رائج اور مؤثر ذرائعِ ابلاغ — جیسے قبائلی اجتماعات، مجالسِ قریش، خطابت، شعر و نثر کے اسالیب اور مواصلاتی قبائلی نظام دعوتی حکمت کے مطابق استعمال کیے گئے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ منہج میں تبدیلی کے باوجود، وسائطِ ابلاغ کا انتخاب حالات کے مطابق ہوتا ہے جبکہ مقصد اور اصول اپنی جگہ مستحکم رہتے ہیں۔

- **خفیہ تربیتی مرکز:** دار الارقم کے گھر کو آپ ﷺ نے ایک محفوظ تربیتی مرکز بنایا، جہاں نئے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ یہ درحقیقت ایک ایسا خفیہ مدرسہ تھا جہاں ایمان کی بنیادیں مضبوط کی جاتی تھیں۔[20]
- **ذاتی ملاقاتوں کا سلسلہ:** آپ ﷺ نے قریش کے سرداروں اور مختلف قبائل کے بزرگوں سے ان کے گھروں اور محلوں میں ذاتی ملاقاتیں کیں۔ یہ انداز ایسا تھا جیسے آج کوئی اہم شخصیات سے براہ راست مل کر اپنا پیغام پہنچائے۔
- **قبائلی رابطوں کا نیٹ ورک:** حج کے موقع پر مختلف قبائل سے ملاقاتوں کے ذریعے آپ ﷺ نے اپنا پیغام دور دراز کے علاقوں تک پہنچایا۔ یہ درحقیقت ایک وسیع نیٹ ورک کی طرح تھا جس کے ذریعے دعوت کا دائرہ وسیع ہوا۔[21]
- **اعتماد کے حلقے:** حضرت ابو بکر صدیقؓ جیسی معتبر شخصیات کے ذریعے آپ ﷺ نے اپنے پیغام کو ان کے قریبی حلقے تک پہنچایا۔ یہ ایسے ہی تھا جیسے آج کوئی معتمد شخص اپنے جاننے والوں میں کسی بات کو پھیلائے۔[22]
- **خفیہ اجتماعات:** مکہ کے مضافات میں پہاڑوں کے دروں میں منعقد ہونے والے خفیہ اجتماعات درحقیقت ایسے محفوظ مقامات تھے جہاں مسلمان آزادی کے ساتھ عبادت اور تربیت حاصل کرسکتے تھے۔[23]
- **اعلانیہ پلیٹ فارم:** آپ ﷺ نے صفا پہاڑی کو ایک عوامی اعلانیہ پلیٹ فارم کے طور پر استعمال فرمایا، جہاں سے آپ نے ایک ہی وقت میں پورے قریش کو مخاطب کیا۔ یہ اس وقت کا سب سے جدید ذرائع ابلاغ تھا۔ یہ ایسے ہی تھا جیسے پرانے وقتوں میں اخبار شاہرہ کے درمیان آویزاں کر دیا جاتا تھا یہ اس وقت کا جدید ذرائع ابلاغ تھا۔ پھر ٹیلی وژن پر 9 بجے کا خبرنامہ نے اسکی جگہ لے لی اور اب نیوز چینل اور سوشل میڈیا کا استعمال ہوتا ہے۔ لیکن آپ ﷺ کی اس حکمت عملی کا نتیجہ بظاہر شدید مایوس کن ثابت ہوا، مگر آپ ﷺ نہ تو اس مخالفت سے مرعوب ہوئے اور نہ ہی دل شکستہ، بلکہ حکیمانہ بصیرت کے ساتھ دعوتی منہج کو خفیہ انداز میں منتقل کرتے ہوئے اپنے مشنِ نبوت کو مزید استقامت اور حکمت کے ساتھ جاری رکھا۔[24]

توحید میں عدمِ تدریج کا اصول

نبوی منہج میں اکثر شرعی احکامات میں تدریجی اصول واضح نظر آتا ہے، تاکہ عوام کو مرحلہ وار تیار کیا جائے اور ایمان و عمل کی بنیاد مضبوط ہو۔ تاہم، توحید کے معاملے میں کوئی لچک نہیں تھی۔ پہلے دن سے آخری دن تک پیغام واضح تھا: اللہ واحد ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کی ذات اور صفات میں کوئی تقسیم نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ایک سال تک بت پرستی، سورج و چاند کو معبود بنانے کی پیشکش، اور دیگر ہر قسم کے سیاسی یا سماجی دباؤ کے باوجود اس اصول پر سمجھوتہ نہیں کیا۔[25]

یہ اصول آج کے دور میں بھی انتہائی متعلقہ ہے۔ جیسے جدید ایتھیزم، مادہ پرستی یا کیپیٹلزم ہمیں مختلف قسم کے مغالطے اور سمجھوتے کی دعوت دیتے ہیں، اسی طرح ہمیں توحید کے معاملے میں کوئی سمجھوتہ یا لچک اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ ایمان کی بنیاد، اخلاقی قیام اور اجتماعی فلاح اسی اصول پر مبنی ہے کہ اللہ کی یکتائی سے کبھی دستبردار نہ ہوا جائے، چاہے سماجی یا اقتصادی دباؤ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔

اصول عدم اکراہ

نبوی دعوت کا ایک بنیادی اصول عدمِ اکراہ تھا۔ آپ ﷺ نے نہ زبردستی کی، نہ اصرار اور نہ کسی کے پیچھے پڑنے والا انداز اختیار کیا۔ جب قریش کے سردار عتبہ بن ربیعہ آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ نے اسے نہ مناظرے میں الجھایا اور نہ جذباتی دباؤ میں لیا، بلکہ صرف سورۂ حم السجدہ کی آیات پڑھ کر آخر میں اتنا فرمایا: ابو ولید! جو تم نے سنا، وہ تم نے سن لیا، اب تم جانو اور اللہ جانے۔ یہی نرم اسلوب تھا جس نے عتبہ جیسے ذہین سردار کو سوچنے پر مجبور کیا کہ یہ شخص بھلائی، کامیابی اور فلاح کی وہ دعوت دے رہا ہے جس میں ہماری عزت اور سربلندی ہی پوشیدہ ہے۔ اسی طرح قریش کو مخاطب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے صرف واضح اور سچا پیغام دیا: اے گروہِ قریش! کیا تم سن رہے ہو؟ سن لو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں تمہارے پاس پاک صاف چیز لایا ہوں[26]۔ ایک اور موقع پر قریش مکہ کو آپ ﷺ نے فرمایا" میں نے وہ چیز تمہیں پہنچا دی جس کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا پس اگر تم نے اس کو قبول کر لیا تو وہ دنیا اور اخرت میں تمہاری خوش نصیبی ہے اگر تم نے اسے مجھے پر لوٹا دیا تو میں حکم الٰہی تک صبر کروں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ نہ فرما دے "[27] یہ حکیمانہ دعوت اس پہلو سے منفرد تھی کہ سماعت کو آزاد چھوڑا گیا تاکہ دل خود غور و فکر سے ایمان کے دروازے تک پہنچے۔

عصر حاضر میں دعوت کے نام پر اکثر ایسی بے جا سختی اور مسلسل تعاقب کا رویہ پیدا ہو چکا ہے کہ داعی، مخاطب کے لیے باعثِ بے زاری بن جاتا ہے۔ مسلسل نصیحت، گھروں تک پہنچ جانا، یا ایسے شخص کے پیچھے پڑ جانا جو سننا ہی نہیں چاہتا، دعوت نہیں بلکہ ایک نفسیاتی جبر ہے۔ نبوی منہج یہ نہیں کہ انسانوں کے ذہنوں پر قبضہ جمانے کی کوشش کی جائے، بلکہ یہ ہے کہ دلوں میں سوال پیدا کیا جائے، فکر پیدا کی جائے، اور اختیار کی آزادی کے ساتھ ایمان کی طرف بلایا جائے۔ یہی نبوی حکمت ہے: انسان کو مجبور نہ کرو، اسے سوچنے کا موقع دو، کیونکہ ایمان دلیل سے پروان چڑھتا ہے، زبردستی سے نہیں۔

نبی ﷺ نے مکی اور مدنی دور میں تربیت و تعلیم کے لیے ایک منظم اور مرحلہ وار منہج اختیار کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی صحابہ کرام کو جنت و دوزخ کے تصورات، قصص الانبیاء اور دیگر دینی قصص کے ذریعے معرفتِ الٰہی سے آگاہ کیا اور ان کے دل و دماغ میں علم کی رسی مضبوط کی۔ یہ تربیت محض ظاہری تعلیم نہیں بلکہ دل و فکر کی تربیت تھی، تاکہ لوگ جہالت اور غلط نظریات کی گرفت سے بچیں۔ آپ ﷺ نے علم و تربیت کو اس قدر مؤثر اور منظم انداز میں پیش کیا کہ صحابہ کرام کی تحریک نہ صرف مستقل رہی بلکہ ہر دور میں مثبت اثر ڈالنے والی بنی۔[28]

یہ منہج ہمیں آج کے دور میں بھی رہنمائی دیتا ہے۔ دور حاضر میں داعی کے لیے ضروری ہے کہ تربیت اور تعلیم کو ایک بنیادی محور بنایا جائے اور اپنے سامعین یا طلبہ کے لیے الفاظ اور اندازِ بیان کا انتخاب ایسا ہو کہ وہ نہ صرف سمجھیں بلکہ جذبہ اور عمل کی طرف مائل ہوں۔ جیسے نبی ﷺ نے علم کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر صحابہ کرام کو منظم انداز میں تعلیم دی، اسی طرح آج بھی ہمیں تعلیم و تربیت میں نظم، حکمت اور محبت کے اصول اپنانے ہوں گے تاکہ تحریکِ حق دیرپا اور مؤثر ثابت ہو۔

علمی محاکمہ

نبوی منہج میں علمی محاکمہ عقائد کی اصلاح کا اہم ذریعہ تھا۔ مکی دور میں نضر بن حارث اور عقبہ نے یہود کے مشورے سے آپ ﷺ سے تین سوالات پوچھے، جن کا جواب آپ ﷺ نے وحی کے انتظار کے بعد دیا اور اس کے ذریعے دلائل اور حکمت کے ساتھ حق کو واضح کیا[29]۔ اسی طرح آپ ﷺ نے عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ بھی علمی محاکمہ کیا، تاکہ دلائل و منطق سے ان کے دلوں میں فہم پیدا ہو، اور مشرکین مکہ کے ساتھ بھی یہی منہج اختیار کیا گیا، یعنی ہر اعتراض کو جذبات یا زور کی بجائے علمی دلیل سے ٹال کر صحیح راستے کی طرف رہنمائی کی گئی۔[30]

آج اکثر ہم دوسروں پر اپنے نظریات زبردستی تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ نبوی منہج ہمیں سکھاتا ہے کہ حقائق، دلائل اور علمی استدلال کے ذریعے ہی اصلاح ممکن ہے، نہ کہ غصہ یا اشتعال سے۔ اس اصول پر عمل کر کے ہم آج کے ایتھیزم یا مادہ پرستی جیسے چیلنجز کے سامنے بھی مؤثر اور حکمت آمیز رہنمائی فراہم کر سکتے ہیں۔

عزم و استقلال کا نبوی ﷺ منہج

نبی مکرم ﷺ نے مشرکین کی مخالفت، اذیت اور تکالیف کے باوجود اپنی دعوت میں کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ ابتدائی مکی دور میں آپ کو گھر کے سامنے پڑوسیوں کی طرف سے طعن و تشنیع، بازار میں تمسخر، تجارتی بائیکاٹ، بدنامی اور جسمانی اذیتیں جیسے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آپ کا عزم قائم رہا۔ آپ نے فرمایا کہ چاہے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دیا جائے، میں پھر بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا، جو آپ کی ثبات قدم اور استقلال کا مظہر ہے۔[31]

اس کے باوجود آپ ﷺ نے حالات کے مطابق خفیہ یا علانیہ اندازِ بیان اپنایا تاکہ دعوت مؤثر اور محفوظ رہے۔ برسرِ حاضر بھی داعی کو اسی حکمت اور عزم کے امتزاج سے کام لینا چاہیے، تاکہ ہر فرد تک پیغام پہنچے اور دعوت کا مقصد مضبوطی سے جاری رہے۔

صبر و تحمل کا نبوی منہج

نبی ﷺ نے اپنی دعوت میں ہمیشہ صبر و برداشت کو بنیادی اصول بنایا اور واضح کیا کہ چاہے ہجرت حبشہ کرنا پڑی یا صحابہ کرام پر سخت ظلم و ستم ہوئے، ظلم کے بدلے ظلم کرنے کی اجازت نہیں۔ ابتدائی مکی دور میں قریش نے صحابہ کو زبانی طعن و تشنیع، جسمانی اذیت، تجارتی بائیکاٹ، گھر بار کی تنگی اور معاشرتی بدنامی جیسے مظالم کا نشانہ بنایا۔ اسی دوران، بعض صحابہ پر خفیہ تشدد اور سزا بھی کی گئی، لیکن نبی ﷺ نے ہمیشہ برداشت، صبر اور اخلاقی حکمت پر عمل کرنے کا حکم دیا۔

یہ اصول ہجرت حبشہ، شعب ابی طالب میں محاصرہ، کفار کے جارحانہ حملے، اور دیگر مشکلات کے دوران بارہا سامنے آیا۔[32] آپ نے صحابہ کو ہدایت دی کہ دشمن کی دشمنی کا جواب محبت، حکمت اور صبر سے دیا جائے۔ اسی منہج کے باعث دعوت مؤثر رہی اور تحریک منظم انداز میں جاری رہی۔ بر سرِ حاضر بھی داعی کو اسی صبر و تحمل، حکمت عملی اور اخلاقی استقلال کو اپنا کر پیغام حق پہنچانا چاہیے تاکہ دعوت کے اصول مضبوط اور دیرپا رہیں۔

حاضرین کے مقام اور مرتبے کا لحاظ سے دعوت

مکی دور میں نبی ﷺ نے دعوت و تبلیغ کے دوران حاضرین کے مرتبے اور سماجی مقام کا بھرپور لحاظ رکھا۔ آپ نے قریش کے معزز افراد اور اثر و رسوخ رکھنے والے لوگوں کو ان کے مرتبے کے مطابق عزت و احترام دیتے ہوئے دعوت دی، تاکہ وہ خود حق کی راہ اپنائیں اور اپنی اثر و رسوخ کی وجہ سے دوسروں کو بھی مائل کریں۔ ایک واضح مثال آپ کے چچا حضرت ابو طالبؓ کی ہے۔ آپ نے فرمایا: "چچا جان! جن جن لوگوں کو میں نے خیر خواہی کی ہے اور جن کو سیدھی راہ کی طرف بلایا ہے، ان سب میں آپ زیادہ حقدار ہیں اور اس دعوت پر مجھے قبول کرنے اور اس پر میری مدد کرنے کے لیے آپ زیادہ سزاوار ہیں۔" اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے آپ کے پیغام کو قبول نہ کرنے کے باوجود آپ ﷺ نے اپنے عزیز ترین چچا کو دعوت دیتے ہوئے عزت و اکرام کو ملحوظ کار رکھا۔[33]

دوسری جانب نبی ﷺ نے غرباء اور مظلوموں کو بھی اتنی ہی عزت اور محبت کے ساتھ دعوت دی، تاکہ ہر فرد دل سے حق کی طرف مائل ہو۔ دورِ حاضر میں بھی دعوت کے لیے ہر شخص کو اس کے مقام اور مرتبے کے مطابق، اصول و قواعد کو جدید اور مؤثر انداز میں پیش کرنا لازم ہے تاکہ وہ بخوبی سمجھ سکے اور اس پر عمل کی رغبت پیدا ہو۔

عقائد کی اصلاح کا نبوی ﷺ منہج

i. مکی دور میں عقیدۂ رسالت کے اثبات کا نبوی منہج

مکی دور میں رسول اکرم ﷺ نے عقیدۂ رسالت کے استحکام کے لیے جو منہج اختیار فرمایا، اس کی اساس آپ ﷺ کے چالیس برس کے بے داغ اخلاق، صداقت، امانت اور سیرتِ سابقہ تھی۔ سیرت ابن ہشام کے مطابق آپ ﷺ نے دعوت کا آغاز اہلِ خانہ اور قریبی اصحاب سے کیا، کیونکہ وہ آپ کی عملی صداقت کے سب سے مضبوط گواہ تھے۔[34] قریش کے سامنے آپ ﷺ نے واضح فرمایا کہ نہ مجھے مال مطلوب ہے، نہ حکومت یا شہرت؛ میں صرف وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جس کا اللہ نے مجھے مکلف کیا ہے۔ قریش کی طرف سے پیش کردہ دنیاوی مراعات بادشاہت، دولت اور نسبی اعزاز کو یکسر رد کرنا اس بات کی دلیل تھا کہ آپ ﷺ کی دعوت ذاتی مفاد سے پاک ایک خالص الہامی ذمہ داری تھی۔ شعبِ ابی طالب کے محاصرہ، طائف کی اذیت اور

معاشرتی بائیکاٹ کے باوجود رسالت کے دعوے پر ثابت قدمی نے یہ واضح کیا کہ رسالت آپ ﷺ کی دعوت کا مرکز نہیں بلکہ حقیقت تھی۔ صفا پر قریش کا یہ اجتماعی اعتراف کہ "ہم نے آپ کو کبھی جھوٹا نہیں پایا"[35] آپ ﷺ کی نبوت کے اخلاقی امکان اور اجتماعی صداقت کی شہادت ہے۔ یوں مکی دور میں اخلاق، کردار، استقلال اور مسلسل دعوت ہی وہ عملی دلائل بنے جن سے عقیدۂ رسالت مضبوطی سے راسخ ہوا۔

ii. مکی دور میں عقیدۂ تقدیر کے اثبات کا نبوی منہج

عقیدۂ تقدیر کے باب میں نبوی منہج نے مکہ میں مسلمانوں کے دلوں میں اللہ کی مشیت، علمِ کامل اور نظامِ آزمائش کا ایسا یقین پیدا کیا کہ مشکل ترین حالات بھی ان کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکے۔ آغازِ دعوت ہی سے آپ ﷺ کمزور مسلمانوں، یاسرؓ، سمیہؓ، بلالؓ، خبابؓ کو یہ تعلیم دیتے کہ ان کی تکالیف اللہ کی نگاہ میں ہیں اور اس کا انجام عزت اور نصرت ہے[36]۔ آپ ﷺ کی اپنی ذات بھی تقدیر کے عملی نمونے کے طور پر سامنے رہی؛ طائف میں شدید تکلیف، شعبِ ابی طالب کے محاصرہ اور قریش کی اذیتوں کے دوران آپ ﷺ نے اللہ کی قضا پر کامل رضا اور صبر کا مظاہرہ فرمایا۔ جب قریش نے بارہا مطالبہ کیا کہ معجزہ لایا جائے یا آسمانی عذاب نازل ہو، تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ امور کا وقوع اللہ کی مشیت سے بندھا ہے، رسول کا کام صرف ابلاغ ہے۔ یہ تعلیم تقدیر کے پورے فلسفے کو واضح کرتی ہے۔ ہجرتِ حبشہ اور بعد ازاں ہجرتِ مدینہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو سکھایا کہ تدبیر ضروری ہے مگر نتیجہ اللہ کے سپرد کرنا ایمان کا تقاضا ہے؛ غارِ ثور میں حضرت ابو بکرؓ کو دی گئی تسلی "اللہ ہمارے ساتھ ہے۔" تقدیر پر کامل اعتماد کی عملی مثال ہے۔ اس طرح نبوی منہج نے تقدیر کو نظری عقیدے سے اٹھا کر عملی یقین میں بدل دیا، جس نے مسلمانوں کے دلوں میں ثبات، امید اور روحانی استقامت پیدا کی۔[37]

iii. مکی دور میں عقیدۂ آخرت کے اثبات کا نبوی منہج

مابعد الطبعیات، عالمِ غیب کی ان حقیقتوں کو واضح کرتی ہے جن پر ایمانِ آخرت کی بنیاد قائم ہے، کیونکہ جزا و سزا، روح کی بقا اور حشر و نشر جیسے تمام عقائد محسوسات سے ماوراء اسی ماورائی حقیقت کے دائرے میں آتے ہیں۔ مکی دور میں رسول اکرم ﷺ نے عقیدۂ آخرت کے استحکام کے لیے جو منہج اختیار فرمایا، اس کی بنیاد حقیقت، عملی دلائل اور اخلاقی شہادت تھی۔ آپ ﷺ نے اپنی دعوت میں مسلسل قیامت، جزا و سزا، اور اعمال کے نتائج کے تصور کو اجاگر کیا تاکہ قلوب میں عمل کے مطابق اللہ کی عدل و انصاف کا یقین پیدا ہو۔

سیرت ابن ہشام اور سیرت النبی از محمد صلابی کے مطابق، آپ ﷺ نے صحابہ کو یہ تعلیم دی کہ دنیا عارضی ہے اور اس کا دار و مدار اللہ کی مشیت اور انسان کے اعمال پر ہے۔ غارِ حراء میں پہلی وحی کے بعد اور اہلِ خانہ کو نبوت کا اعلان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے قیامت، جنت و دوزخ اور جزا و سزا کا تصور پیش کیا تاکہ یہ عقیدہ ان کے ایمان کا حصہ بن جائے۔

قریش کے سامنے آپ ﷺ کی تقریر میں بارہا یہ واضح کیا گیا کہ دنیاوی زندگی فانی ہے، اور اصل زندگی آخرت میں ہے۔ مثال کے طور پر جب آپ ﷺ نے ان سے سوال کیا کہ اگر تمہیں قیامت کے دن اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے تو کیا تم تیار ہو؟ تو وہ اپنے آپ میں سنجیدہ ہوئے، کیونکہ آپ ﷺ کی صداقت اور اخلاقی مثال نے آخرت کی حقیقت کو ان کے دلوں میں محسوس کروا دیا۔

شعبِ ابی طالب کے محاصرہ اور اذیت کے دوران بھی آپ ﷺ نے صحابہ کو تسلی دی کہ تمام مصائب اور تکالیف کا پورا حساب آخرت میں ہو گا، اور اللہ ہر مظلوم کو انصاف دے گا۔ ہجرتِ حبشہ کے موقع پر بھی آپ ﷺ نے صحابہ کو یقین دلایا کہ اللہ نے ہر انسان کے لیے جزا و سزا مقرر فرمائی ہے، اور ہر مصیبت اور آزمائش کا حساب آخرت میں ہو گا۔[38]

یوں مکی دور میں آپ ﷺ نے عقیدۂ آخرت کو محض زبانی نہیں بلکہ عملی نمونہ، اخلاق اور مستحکم دلائل کے ذریعے راسخ کیا، جس سے مسلمانوں کے دلوں میں ایمان، استقامت اور قیامت کی حقیقت کا یقین پیدا ہوا

عصری چیلنجز کا نبوی حکمت کی روشنی میں حل

آج کے دور میں معاشرتی، اخلاقی اور فکری چیلنجز پیچیدہ اور کثیر الجہتی ہیں۔ مادیت پسندی، اخلاقی زوال، انتہاپسندی، فکری انتشار، یوتھ کی بے راہروی، ماحولیات کے مسائل اور جدید ٹیکنالوجی کے نقصانات معاشرے کے ہر طبقے پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ ان چیلنجز کے حل کے لیے نبوی منہج ایک مکمل اور عملی ماڈل فراہم کرتا ہے۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے ہمیشہ اخلاق، صداقت، امانت اور عدل و انصاف کو اولین ترجیح دی، جبکہ دنیاوی منفعت کو ثانوی رکھا۔ اسی اصول کے تحت آج کے معاشرے میں مادیت پسندی اور اخلاقی زوال کے حل کے لیے عملی تربیت، کردار سازی اور خدمت خلق کو فروغ دینا ضروری ہے، تاکہ افراد کے دلوں میں دنیاوی لالچ کی بجائے اخلاق اور اللہ کی رضا کا جذبہ پیدا ہو۔

عصری انتہاپسندی اور عدم رواداری کے مسئلے کے حل میں بھی نبوی حکمت کارگر ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ تحمل، حسن سلوک اور مکالمہ کے ذریعے اختلافات کو حل کیا، چاہے مخالف کتنا ہی سخت مزاج کیوں نہ ہو۔ مکالمہ، نرم گفتار اور اخلاقی دلیل کے ذریعے قلوب بدلنے کی یہ حکمت آج کے معاشرے میں بین المذاہب اور بین الثقافتی ہم آہنگی قائم کرنے کے لیے بنیادی اصول ہے۔ فکری انتشار اور شبہات کے تدارک کے لیے بھی نبوی منہج قابلِ تقلید ہے۔ آپ ﷺ نے حجت و دلیل، کردار اور عملی نمونہ کے ذریعے ایمان و عقیدہ کی سچائی کو واضح کیا، اور یہی اصول آج کے نوجوانوں میں ایتھیزم، سیکولرازم اور فلسفیانہ نظریات کے اثرات سے فکری استحکام پیدا کرنے کے لیے اپنایا جا سکتا ہے۔

معاشرتی مشکلات، بائیکاٹ اور اذیت کے حالات میں بھی نبوی حکمت قابلِ تقلید ہے۔ شعبِ ابی طالب کے تین سالہ محاصرہ کے دوران آپ ﷺ نے صبر، حکمت عملی اور عملی اخلاق کے ذریعے معاشرتی دباؤ کو برداشت کیا اور دعوت سے پیچھے نہ ہٹے۔ اسی طرح آج کے معاشرے میں اختلافات، سماجی نفرت اور علیحدگی کے مسائل کو صبر، تحمل اور اخلاقی تربیت کے ذریعے کم کیا جا سکتا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی اور سائبر چیلنجز کے بارے میں بھی نبوی منہج رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے تعلیم، رہنمائی اور عملی نمونہ کے ذریعے نوجوانوں کو تربیت دی، جس کا اطلاق آج کے سوشل میڈیا، مصنوعی ذہانت اور ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کے استعمال میں اخلاقی حدود قائم کرنے کے لیے کیا جا سکتا ہے۔

لہٰذا نبوی منہج ہر دور کے اخلاقی، فکری اور معاشرتی چیلنجز کے لیے عملی اور مؤثر حل فراہم کرتا ہے۔ اخلاق، کردار، صبر، استقامت، اور دعوت و تربیت کے ذریعے معاشرہ میں استحکام، ہم آہنگی اور فکری استقامت پیدا کی جا سکتی ہے۔ نوجوانوں کی عملی تربیت، نصاب میں سیرتِ نبوی کے عملی نمونے کی شمولیت، معاشرتی ہم آہنگی، بین المذاہب مکالمہ اور ٹیکنالوجی کے اخلاقی استعمال کے لیے تربیتی پروگرامز تیار کرنا آج کے معاشرے کے اہم عملی اقدامات ہیں۔

نتائج:

- پیغمبر اکرم ﷺ نے عقائد کی اصلاح کے لیے انسانی فطرت اور عقل کے مطابق منہج اپنایا، جس سے لوگوں کے دلوں میں قبولیت اور یقین پیدا ہوا۔
- رسالت کے عقیدے کی تصدیق کے لیے آپ ﷺ نے اپنے کردار، صداقت اور امانت کو عملی دلیل کے طور پر پیش کیا، جس نے ابتدائی حلقوں میں ایمان و عقیدہ کو مستحکم کیا۔
- توحید کے اصول کو برقرار رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے تدریجی طریقہ اپنایا، ابتدائی طور پر خاندان اور قریبی حلقوں میں تعلیم دی اور بعد میں قریش اور عمومی معاشرہ کو مخاطب کیا، لیکن کسی بھی صورت میں توحید پر کمپرومائز نہیں کیا۔
- عقیدۂ آخرت کو نظری سے عملی یقین میں بدلنے کے لیے صبر، تحمل اور عملی نمونہ پیش کیا گیا، جس سے صحابہ میں فکری استحکام اور اخلاقی پختگی پیدا ہوئی۔
- نوجوانوں کی تربیت میں علمی محاکمہ، عقل و فہم اور عملی کردار کے مطابق رہنمائی دی گئی، تاکہ عقائد، اخلاق اور صبر و استقلال کو عملی زندگی میں نافذ کیا جا سکے۔
- مکی دور کے محاصرہ، اذیت اور دشمنی کے باوجود آپ ﷺ نے عزم و استقلال اور صبر و تحمل کے اصول پر عمل کیا، جس نے دعوت اور عقائد کی اصلاح کو غیر متزلزل بنیاد فراہم کی۔
- مخفی حکمت اور مرحلہ وار اعلان کے اصول نے دعوت کے اثرات کو بڑھایا، اور مخاطبین کے مرتبے، فہم اور حالات کے مطابق پیغام پہنچانے کی حکمت واضح کی۔
- دعوت اور تربیت میں اخلاق، حسن سلوک اور عملی نمونے کے ذریعے لوگوں کو یقین دلایا گیا، جس نے فکری اور روحانی انتشار کو کم کیا اور معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دیا۔
- پیغمبر اکرم ﷺ نے دعوت میں جدید ذرائع کے اصول کی مانند مرحلہ وار، مربوط اور حکمت پر مبنی اقدامات کیے، جس سے اثر پذیری بڑھتی رہی اور عقائد کی اصلاح عملی طور پر ممکن ہوئی۔
- مکی دور میں نبوی منہج نے عقائد کی اصلاح کو نظری اور عملی دونوں سطحوں پر کامیاب بنایا، اور عصرِ حاضر کے فکری، اخلاقی اور معاشرتی چیلنجز کے لیے ایک مؤثر رہنمائی فراہم کی۔
- مکی دور میں نبی کریم ﷺ نے توحید کے عقیدے میں کسی بھی قسم کا کمپرومائز نہیں کیا، اور اس اصول کو عملی طور پر ثابت کیا۔ یہ منہج نہ صرف قریش کے سامنے آپ ﷺ کے موقف کی اخلاقی اور فکری وضاحت کرتا ہے بلکہ عصرِ حاضر کے فکری چیلنجز، جیسے ایتھیزم اور مادیت پسندی کے مقابلے میں ایک مضبوط عملی ماڈل فراہم کرتا ہے۔ آپ ﷺ کے اس منہج سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عقائد کی اصلاح میں کسی بھی صورت میں اصولی رعایت نہیں کی جا سکتی، اور عقل، اخلاق اور عملی نمونے کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں ایمان و یقین پیدا کیا جا سکتا ہے۔ یہ منہج آج کے دور میں بھی نوجوانوں اور معاشرتی حلقوں کو مادیت پسندی، ایتھیزم اور دنیاوی لالچ سے بچانے کے لیے مؤثر رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

سفارشات

- نوجوانوں کی تربیت میں انسانی فطرت اور عقلی نقطہ نظر کو مد نظر رکھتے ہوئے عملی اور اخلاقی رہنمائی فراہم کی جائے۔
- رسالت اور توحید کے عقائد کی تعلیم کو مرحلہ وار اور مستحکم بنیاد پر پیش کیا جائے۔
- عقیدۂ آخرت کی تعلیم کو عملی مثال، صبر اور تحمل کے ذریعے نوجوانوں اور عوام میں مضبوط کیا جائے۔
- نصابی اور تربیتی پروگرامز میں نبوی منہج کے عملی اور تربیتی اصول شامل کیے جائیں تاکہ نوجوان عقائد، اخلاق اور صبر واستقلال سیکھیں۔
- دعوت اور تربیت میں صبر واستقلال کی عملی مثالیں پیش کی جائیں تاکہ معاشرتی اور فکری چیلنجز کا مقابلہ کیا جاسکے۔
- مخفی حکمت اور مرحلہ وار حکمت عملی کے اصول اپنائے جائیں، تاکہ پیغام رسانی مؤثر اور مربوط ہو۔
- نوجوانوں کو علمی محاکمہ، عقل وفہم اور عملی کردار کے مطابق تربیت دی جائے تاکہ عقائد کو سمجھ کر عمل کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔
- اخلاق، حسن سلوک اور عملی نمونہ کے ذریعے معاشرتی ہم آہنگی، رواداری اور فکری استحکام پیدا کیا جائے۔
- جدید ذرائع ابلاغ اور وسائل کے استعمال میں مرحلہ وار اور حکمت پر مبنی اصول اپنائے جائیں تاکہ اثرپذیری میں اضافہ ہو۔
- عصرِ حاضر کے فکری اور اخلاقی چیلنجز کے لیے نبوی منہج کے عملی اصولوں کو بروئے کار لایا جائے، تاکہ عقائد کی اصلاح اور معاشرتی استحکام یقینی بنایا جاسکے۔
- تعلیمی اداروں میں طلبہ وطالبات کی عقائدی اور فکری مضبوطی کے لیے ورکشاپس اور سرٹیفکیٹ کورسز کا انعقاد انتہائی اہم ہے۔ ان ورکشاپس میں ہم نصابی اور غیر نصابی موضوعات کو شامل کر کے نوجوانوں کی علمی وعملی تربیت ممکن بنائی جاسکتی ہے۔ اسی طرح اصلاحِ عقائد اور فکری نظریات کے حوالے سے بھی مختصر دورانی کے سرٹیفکیٹ کورسز کا اہتمام کیا جاسکتا ہے، جن میں فکری اور نظریاتی مسائل کی پیچیدگیوں کو حل کرنے پر توجہ دی جائے۔ کورسز میں ایک جامع نصاب مرتب کیا جائے جو طلبہ وطالبات کو عقائد ونظریات کی مضبوط بنیاد فراہم کرے، تاکہ وہ ایک سچا، پختہ اور مستحکم مسلمان بن سکیں۔ اس طرح الحاد، لادینیت اور دیگر فکری انتشار کے اثرات کو کم کیا جاسکتا ہے، اور ساتھ ہی تشدد پسندی، رواداری کی کمی اور اخلاقی کمزوریوں کے مسائل کا بھی تدارک ممکن ہو۔

References

[1]Ibn Manẓūr, Lisān al-'Arab, Dar al-Adab al-Ḥawzah, Kawm, Iran, 1405 H,vol.3, p.296

[2]Al-Fayrūzābādī, Al-Qāmūs al-Jadīd, Mawlānā Waḥīd al-Zamān Qāsimī Kirānawī, Idārah Islāmiyāt, Anarkalī, Lahore,p. 619

[3] Ibn Manẓūr,vol.3, p.296

[4] Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik ibn Hishām. *al-Sīrah al-Nabawiyyah*. (Taḥqīq: Muṣṭafā al-Saqqā, Ibrāhīm al-Ibyārī, ʿAbd al-Ḥafīẓ Shalabī). Bayrūt: Dār al-Maʿrifah, 1971.

[5]Al-Suhaylī, ʿAbd al-Raḥmān. *al-Rawḍ al-Unuf fī Sharḥ Sīrat Ibn Hishām*. Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2001.

[6] Muḥammad ʿAlī al-Ṣallābī. *Sīrat al-Nabī* ﷺ(trans: Mawlānā Muḥammad Yūnus Baṭṭ, Mawlānā Nadīm Shahbāz, Mawlānā Muḥammad Idrīs Salafī. Riyāḍ: Dār al-Salām.) vol. 1,p.30-31

[7]Muḥammad ʿAlī al-Ṣallābī. *Sīrat al-Imām Amīr al-Muʾminīn Abī Bakr al-Ṣiddīq: Shakhṣiyyatuhū wa ʿAṣruhu*. Bayrūt: Dār al-Maʿrifah, 2005.

[8] Al-Muddaththir : 2

[9] Yā-Sīn : 11

[10] Al-Naḥl:125

[11] Muḥammad ʿAlī al-Ṣallābī. *Sīrat al-Nabī* ﷺ*,vol 1,* p.*267-268*

[12] Al-ʿAlaq: 2

[13] Yūnus: 101

[14] Al-Ghāshiyah: 17

[15] ʿAbasa: 24–32

[16] Muḥammad ʿAlī al-Ṣallābī. *Sīrat al-Nabī* ﷺ*,vol 1,* P.416

[17] Al-Yāsīn: 77

[18] Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik ibn Hishām. *al-Sīrah al-Nabawiyyah*. (trans: Mawlānā Amjad Mailsawī), Maktabah Raḥmāniyyah,Lahore,vol.1,p.

[19] *Saifullah, & Qasim, D. H. M. (2024). عدم برداشت کے معاصر رجحانات: سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تدارک اور حل: The Growing Trend of Intolerance: Redressal and Solution in the Light of Sirat of Holy Prophet (PBUH) . Al-Āfāq Islamic Research Journal, 4(1), 13–24. Retrieved from Http://Alaafaqjournal.Com/Index.Php/Alaafaq/Article/View/158 More Citation Formats Issue Vol. 4 No. 1 (2024): Al-Āfāq Islamic Research Journal [Jan-June, 2024].*

[20] Muḥammad ʿAlī al-Ṣallābī. *Sīrat al-Nabī ﷺ,vol 1* P.241

[21] Abid,*p.*231

[22] Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik ibn Hishām. *al-Sīrah al-Nabawiyyah.* (trans: Mawlānā Amjad Mailsawī), Maktabah Raḥmāniyyah,Lahore,vol.1,p.219

[23] Abid,p.224

[24]Abid,p.223

[25] Abid,p.226

[26] Abid,p.250

[27] Abid,p.256

[28] Muḥammad ʿAlī al-Ṣallābī. *Sīrat al-Nabī ﷺ,vol 1,*P.256

[29] Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik ibn Hishām. *al-Sīrah al-Nabawiyyah.* ,vol.1,p.260

[30] Abid,p.253

[31] Abid,p.250-286

[32] Muḥammad ʿAlī al-Ṣallābī. *Sīrat al-Nabī ﷺ,vol 1,*P.259-642

[33]Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik ibn Hishām. *al-Sīrah al-Nabawiyyah,*vol.1,p.216

[34] Muḥammad ʿAlī al-Ṣallābī. *Sīrat al-Nabī ﷺ,vol I,*P.217

[35] Abid ,p.415

[36]Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik ibn Hishām. *al-Sīrah al-Nabawiyyah,*vol.1,P.281

[37]Abid,p.424

[38]Abid,p.306